

آپ کے عظیم مرتبے اور بلند مقام کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ یعنی اس عظیم اور ختمی مرتبت پر غیر صلی اللہ علیہ وسلم سے تہائی میں صرف وہی لوگ گفتگو کر سکتے ہیں جو صدقہ دے کر اپنے نفوس کا ترکیہ اور تغییر کر لیں۔ بعد میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازروے رحمت و شفقت ان تھی دست اور نادار مسلمانوں کو اس امر سے مستثنیٰ کیا اور فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقِيلُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَكُمْ
صَدَقَةٌ ذَلِكَ حَيْثُ لَكُمْ وَأَطْهَرُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝
(مجادله ۱۲:۵۸) اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم رسول سے تخلیہ میں بات کرو تو
بات کرنے سے پہلے کچھ صدقہ کرو یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ البتہ اگر تم
صدقہ دینے کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اللہ غفور و رحیم ہے۔

یہ حکم بدستور جاری رہا یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی نے
لوگوں کے دلوں میں جگہ پکڑ لی اور آپ کا ادب و احترام ان کی عادت بن گئی۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ
نے اس حکم کو منسوب فرمایا اور اس بات کی اجازت دے دی کہ اب تم صدقہ کیے بغیر بھی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں گفتگو کر سکتے ہو۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

ۚ أَشْفَقْتُمُ أَنْ تُقْرِئُمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَكُمْ صَدَقَتِي فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُنَا وَقَاتَ اللَّهُ
عَلَيْكُمْ فَاقْرِئُمُوا الصَّلْوةَ وَأَنُوا الرُّكُونَ وَأَطْبِعُوا اللَّهُ وَرَسُولَهُ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ
خَيْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (مجادله ۱۳:۵۸) کیا تم ڈر گئے اس بات سے کہ تخلیہ میں
گفتگو کرنے سے پہلے تحسیں صدقات دینے ہوں گے؟ اچھا، اگر تم ایسا نہ کرو۔۔۔ اور
اللہ نے تم کو اس سے معاف کر دیا۔ تو نماز قائم کرتے رہو، زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ اور
اس کے رسول گی اطاعت کرتے رہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و
احترام پیدا کرنے کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہائی میں گفتگو سے پہلے صدقہ لازم
ٹھیک رہا۔ جب ان کے دلوں میں رسول اللہ کی عظمت و محبت اچھی طرح راخ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے
کمال مہربانی سے صدقے کی شرط ختم کر دی۔ اب تم کو چاہیے کہ بھرپور انداز سے اللہ اور اس کے

رسولؐ کی اطاعت کرو اور تقویٰ کی روشن اختیار کرو، اور اس کے بعد ان دوسرے آداب اور تعلیمات کا ذکر فرمایا۔ اس وضاحت کے بعد آیت کریمہ کا معنی کچھ اس طرح ہو گا کہ: لاتقدموا بین یدی اللہ و رسولہ جس صدقے کا تم کو اس سے پہلے حکم دیا گیا تھا اس کو پیش کرنے کی تکلیف نہ کرو۔۔۔ بہر حال یہاں پر مفعول کے محدود ہونے کی وجہ سے بہت سارے معانی مراد لیے جاسکتے ہیں۔ حذف اور امکان کا اسلوب ہی قرآن پاک کی ان ممتاز اور نمایاں خصوصیات میں سے ہے جس کی بدولت قرآنی آیات میں بہت سارے معانی اور مطالب سوئے ہوئے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں بہت سارے معانی اور لطیف تکنیقے پائے جاتے ہیں جن کی حلاوت اور مٹھاں صرف پاک دل اور پاک نفس لوگ ہی لطف اندوں ہو سکتے ہیں۔

بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَذَسْوُلِهِ ظَاهِرٌ هُوَ كَمَا يَبَاهُ بَرَاتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا احْتَرَامَ كَمَا يَوْهِي هُوَ۔۔۔ یہ تعبیر اس بات کا اعادہ کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کو پورا کرنا و رحمیت اللہ تعالیٰ کی خوش نودی ہی کا ذریعہ ہے۔ جس نے رسول خدا کے حقوق کو ادا کیا گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کیا۔ نیز اس تعبیر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کے ساتھ تعلق اور قرب کا بھی پتا چلتا ہے۔ قرآن اور سنت کی بہت ساری نصوص میں اس قسم کی مجازی تعبیرات متی ہیں۔

بطور مثال ایک حدیث پاک ملاحظہ کیجیے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من آذی مسلمًا فقد اذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ عنوجل جس شخص نے کسی مسلمان کو اذیت دی و رحمیت اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی۔ اس سورہ مبارکہ میں جگہ جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہؐ کی صفت سے یاد کیا گیا جس سے ایک طرف ذاتی لحاظ سے آپؐ کی عظمت نمایاں ہوتی ہے تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف آپؐ کی اضافت، اللہ رب العالمین سے آپؐ کے قرب اور گہرے تعلق کا پتا دیتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مخلوق کے ساتھ آپؐ کا تعلق اللہ بتارک و تعالیٰ سے نسبت ہی کی وجہ سے ہے اور اس طرح اس تعبیر میں شرف اور قدیمت کے جو عظیم معانی پوشیدہ ہیں اس کی حلاوت اور مٹھاں کو پتے مومن ہی محسوں کر سکتے ہیں۔

بندوں کو آیا یہا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب کر کے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان درحقیقت حقوق مصطفیٰ کی ادا کی گی اور آپؐ کے احترام کا خلاصہ اور نجوم ہے۔ ساتھ ہی ساتھ تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دے کر یہ بات ذہن شین کرائی گئی کہ ہر وہ شخص جو آپؐ کے ادب و احترام کا پاس نہیں رکھتا وہ تقویٰ نہیں ہو سکتا، اور وہ اپنے اس عمل سے غصب خداوندی کو دعوت دے رہا ہے۔ دروس اور فوائد: نہ کوہہ آیات مبارکہ سے جو دروس، فوائد اور آداب عالیہ کے حوالے سے جو حکام میں سمجھ سکا ہوں، درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی قیادت (دنیا اور آخرت دونوں میں کام آنے والی قیادت) کا احترام طبوظ رکھنا امت کے ہر فرد پر واجب ہے۔ غفلت میں ڈوب کر اور نفسانی ترکیگ میں آکر اس کی بے عزتی کرنا موجب ہلاکت ہے۔ قیادت کا یہ مقام اصلًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور آپؐ کے بعد انہے دین کے لیے بطور نیابت اور وراثت کے حاصل ہے۔ ابو حیان نے اس حوالے سے بہت عمده تفصیل لکھی ہے۔ فرماتے ہیں: عالم اور جو شخص بمنزلہ عالم ہو، اس کے سامنے اونچی آواز سے گلشنگو کرنا مکروہ اور نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔

عہد نبویؐ میں باہر سے آنے والے وفود کو آپؐ کو ملنے سے پہلے آداب ملاقات کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ میرے بھائی! اس بات کو اچھی طرح ذہن شین کر لیں کہ حب مرتبہ اور عزت و احترام کے جو اصول و قواعد قرآن کریم نے بتائے ہیں ان کے لیے دو شرائط کا خیال رکھنا انہائی ضروری ہے۔

○ عزت، احترام اور تکریم صرف اور صرف امت مسلمہ کے ان راہنماؤں کی کی جائے گی جو فی الواقع اس کے متعلق ہوں گے۔

○ اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ عزت اور تکریم کو بجالانے میں غلو سے پر ہیز ہو اور شرعی حدود کو پا مال نہ کیا جائے۔

۲۔ ان آداب کا لحاظ کرنا جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ضروری تھا، اسی طرح آپؐ کی رحلت کے بعد بھی ایسے تمام موقع پر ان آداب کو طبوظ رکھنا لازمی ہے جن میں آپؐ کا ذکر ہو۔ بعض علماء کرام نے اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی مستبط کی ہے کہ آپؐ کے قبر

کے نزدیک اور جب آپؐ کی سنت اور حدیث کی تعلیم دی جا رہی ہوآواز کو پست رکھنا واجب ہے۔
۳۔ یہی قیادت کی تنظیم میں شامل ہے کہ انسان فیصلہ کرنے میں قیادت سے پیش قدی
نہ کرے۔ اس کو اس طرح نہ پکارے جس طرح آپؐ میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔ بزرگوں
کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کرے۔ لوگوں کے سامنے اس سے جھگڑا اور مناظرہ نہ کرے۔
اجمالی طور پر اپنے بڑے کے سامنے انسان قدر وقار اور تجدیدگی سے پیش آئے۔ اپنے مطالبات
کو معقول اور مناسب طریقے سے عزت و احترام کو مٹھوڑ خاطر رکھ کر پیش کرے۔

۴۔ ان آیات مبارکہ میں قیادت کے حوالے سے جو آداب بیان کیے گئے ہیں اگر ان پر
عمل نہ کیا جائے تو اجتنامیت لازماً متاثر ہوگی، کام میں خلل واقع ہوگا، تمام منصوبہ بندیاں اور کاوشیں
غارست ہو جائیں گی۔ قیادت کے لیے کام کرنا مشکل ہو جائے گا اور کارکنان بھی منزل کی ڈوری اور
دوسری سے بدول ہو جائیں گے۔

آیات مبارکہ میں مذکور آداب سے آراستہ و پیراستہ ہونا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی رضا
کے حصول کا نہایت ہی عدہ اور شان دار ذریعہ ہے۔ ان آداب کو جانتے اور سمجھنے کے بعد ہماری
ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں ان کو اپنائیں۔ بغیر عمل کے قرآن کا محض مطالعہ کرنا
او محض اسی کونجات کے لیے کافی سمجھتا بہت بڑی غلطی ہے۔ عمل کیے بغیر قرآن پڑھنے سے یہ حدیث
شریف ہم پر صادق آجائے گی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْآنِ
وَالْقُرْآنِ يَلْعُنُهُ کتنے ہی قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں جن پر قرآن پاک لعنت بھیجا ہے۔

ابتدائی زمانے میں مسلمانوں پر ان آیات کی الرات

عبد بن حمید اور حاکم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے: ”ان آیات کے نزول کے بعد
حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان آیات کے نزول کے بعد مرتبہ دم تک
اب میں آپؐ سے چپکے سے (جس طرح ایک انسان دوسرے انسان کے کان میں بات کرتا ہے)
بات کیا کروں گا۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ابن الزیبرؓ سے مردی ہے: ”حضرت عمرؓ جب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بات کرتے تو اتنا آہتہ یوں تھے کہ آپ کی آواز اچھی طرح سنائی نہ دیتی، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے دوبارہ استفسار فرمایا کرتے تھے۔“

۳۔ بخاری، مسلم اور دوسرے محدثین نے مختلف اسناد سے یہ روایت بیان کی ہے: جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، ثابت بن قیس بن شما روتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنے گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ کئی روز کی غیر حاضری پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ”کہ ثابت کہاں اور کس حال میں ہے؟“ صحابہ کرام نے جواب دیا: ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ثابت کے حال کا تو کچھ پتا نہیں، البتہ اس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر کھا ہے اور مسلسل روتا ہے۔ یہ من کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس کسی کو بھیج کر پوچھا کہ ثابت کیا ہوا؟“ اس نے جواب دیا: ”قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے اور میری آواز بہت بلند ہے۔ (وہ بہرے تھے) مجھے ذر ہے کہ میرے تمام اعمال ضائع نہ ہو چکے ہوں۔“ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تسلی دے کر فرمایا: لَسْكَ مِنْهُمْ بِإِعْيُشْ بِخَيْرٍ وَتَمَوُّثْ بِخَيْرٍ ثابت! تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو بلکہ تم بخیریت زندہ رہو گے اور بخیریت دنیا سے کوچ کرو گے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: آمَا يُرِّجِنِيكَ أَنْ تَعِيشَ حَمِينًا وَتُقْتَلَ شَهِيدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ ثابت کیا تم پسند نہیں کرو گے کہ تمہیں سعادت کی زندگی، شہادت کی موت ملے اور جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت ثابت نے عرض کیا: میں اللہ اور اس کے رسول کی خوش خبری پر راضی ہوں اور پھر کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے با آواز بلند بات نہیں کروں گا۔ حضرت ثابت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے عین مطابق یمامہ کے نہایت بابرکت معمر کے میں جام شہادت نوش کیا۔

میرے عزیز بھائی! آپ نے قرآنی آیات کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کے متعلق چند ایک ہدایات سن لیں۔ ممحض پر، آپ پر، ہمارے کالم نگاروں، خطیبوں، شعراء اور ہمارے مصنفوں سب پر لازم ہے کہ ہم سب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام اور آپ کی ذات سے متعلقہ آداب کو دل و جان سے عزیز تر کیں۔ اللہمَّ آتِهِمْنَا جُسْنَّ الْآدَابِ۔